ABSTRACTS

Urdu Tazkarey and Religious Scholars of 19th Century.

Ta**zkarey ar**e one of the main sources for gathering basic information about literary history. These pieces of information are so important for the researchers.

In 19th Century, there were many religious scholars who had flair for poetry and they played their role to promote the tradition of Urdu poetry. Many of these religious scholars came two light because of the tazkaras of 19th Century. This article provids information about these religious scholars who have been mentioned in different tazkaras of 19th Century.

ڈاکٹر شذرہ شر

انیسویں صدی کے اردو تذکرے اور علمائے دین

(۱)

تذکرہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی یادداشت، بیان، یادگار، ذکر یا چرچا، افواہ، بات چیت، اجازت نامۂ سفر پروانۂ راہ داری، پاسپورٹ اور اس سے متعلق رسید وغیرہ کوئی نشانی یاد رکھنے کے لیے جیسے رومال کو گانٹھ دینا وغیرہ کے ہیں۔[۱] لغت کی رو سے اصطلاح شعر و ادب میں احوالِ شعرا سے متعلق کتاب کو تذکرہ کہا جاتا ہے۔[۲] شعر و ادب کے سیاق و سباق سے ہٹ کر اس لفظ کا استعمال علما، فضلا، صوفیا، اطبا، اولیا اور حکما کے احوال کے لیے بھی کیا جاتا ہے۔ اصطلاحی معنی میں، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، تذکرے سے مراد ایسی کتاب ہے جس میں شعرا کے مختصر احوال اور منتخب کلام بطور نمونہ درج کیا گیا ہو۔ سوانحی حالات کی ذیل میں شاعر کا نام، تخلص، جائے پیدائش و قیام، علمی و فنی استعداد، شاگردی و استادی کے سلسلے و روابط، افتادِ طبع، تصنیفی و تالیفی کارنامے، کلام کے معیار و مذاق کے بارے میں ابتدائی قسم کی ضروری معلومات درج کی جاتی ہیں۔[۳] یعنی تذکرے کے دو بنیادی عناصر ہیں۔ ایک مختصر حالات اور دوسرا منتخب کلام۔ عام طور پر تذکروں میں بہ لحاظ حروف تہجی شعرا کے تخلص مرتب کیے جاتے ہیں۔ نمونۂ کلام کے ذیل میں اکثر متفرق غزلوں کے منتخب اشعار اور کبھی دیگر اصناف سخن کے منتخب نمونے بھی دیئے جاتے ہیں۔ انتخابِ اشعار تذکرہ نگار کے شعری مذاق کا عکاس ہوتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے تذکرہ نگاری کے محرکات کے ذیل میں جن امور کو بیان کیا ہے اس میں اپنی یادگار چھوڑنے کا فطری جذبہ، بیاض نگاری اور انتخاب اشعار کا شوق، شعرا کی معاصرانہ چشمک، مشاعروں کا رواج اور اردو شاعری کی مقبولیت شامل ہیں۔

شعرائے اردو کے تذکرے کئی وجوہات کی بنا پر اردو ادب میں اہمیت کے حامل ہیں۔ اردو میں ادبی تنقید کی داغ بیل تذکرہ نگاروں کے ہاتھوں پڑی ہے۔[۴] بقول پروفیسر نورالحسن نقوی ''اردو میں تنقید کے اوّلین نقوش تذکروں میں ملتے ہیں۔ اگرچہ انھیں باقاعدہ تنقید نہیں کہا جا سکتا لیکن ان کی ادبی، تاریخی، تنقیدی اہمیت مسلم ہے۔''[۵] ادبی سوانح نگاری کے ابتدائی نقوش بھی تذکروں میں ملتے ہیں بقول فرمان فتح پوری ''ولی کے عہد سے لے کر انیسویں صدی کے اواخر تک شعرا کے متعلق جو واقعات و حالات سامنے آئے ہیں ان سب کا سرچشمہ یہی تذکرے ہیں۔''[۶] اردو زبان و ادب کے کئی ارتقائی مدراج و مراحل کا سراغ بھی انھیں تذکروں میں ملتا ہے۔ یوں یہ تذکرے ادبی تاریخ نگاری کے لیے بنیادی معلومات کی فراہمی کا ایک ذریعہ ہیں۔ بقول مولوی عبدالحق:

> ''ہمارے شعرا کے تذکرے گو جدید اصول کے مطابق نہ لکھے گئے ہوں تاہم ان میں بہت سی کام کی باتیں مل جاتی ہیں جو ایک محقق اور ادیب کی نظروں میں جواہر ریزوں سے کم نہیں۔''[۷]

تذکروں کی عمرانی و تاریخی اہمیت بھی ہے۔ متعدد تذکروں میں شعرا کی آشفتہ حالی، ترک وطن، نئی پناہ گاہوں کی تلاش میں سرگردانی کا ذکر ملتا ہے۔ ایسے واقعات و بیانات مختلف زمانوں کے سیاسی و اقتصادی مسائل، تہذیب و معاشرت اور رسوم و رواج کے مطالعے میں بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔[۸]

تذکروں کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ ان کی بدولت بہت سے ایسے شعرا گم نام ہونے سے بچ گئے جن کے کارنامے مدون نہ ہو سکے یا پھر مدون ہونے کے بعد ضائع ہو گئے۔ ایسے شعرا میں مصطفیٰ خاں یک رنگ، خان آرزو اور مظہر جانِ جاناں جیسے اساتذۂ فن بھی شامل ہیں، ان کا شعری سرمایہ تذکروں سے ہی حاصل ہوا ہے۔[۹]

انیسویں صدی کے کئی علمائے دین شاعری کا ذوق رکھتے تھے اور صاحب دیوان اردو شاعر تھے انھوں نے شعری روایت کو پروان چڑھانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ ان میں سے بیش تر علمائے کرام انیسویں صدی کے اردو شعرا کے تذکروں کی بدولت بحیثیت شاعر گم نام ہونے سے بچ گئے۔ آئندہ صفحات میں ان علمائے دین کا ذکر کیا جائے گا جن کا ذکر انیسویں صدی کے اردو شعرا کے تذکروں میں کیا گیا ہے۔

(۲)

غلام جیلانی رفعت: (۵۴-۱۱۵۳ھ/۱۲۳۴ھ-۱۸۱۸ء)

مولوی غلام جیلانی نے اردو اور فارسی میں شاعری کی۔ پہلے ''بیدم'' تخلص تھا بعد میں ''رفعت'' تخلص اختیار کیا۔[۱۰] قدرت اللہ شوق سے تلمذ حاصل تھا۔[۱۱] محمد عبدالحیٔ بدایونی نے ''تذکرہ شمیم سخن'' میں لکھا ہے کہ: ''بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کو مولوی قدرت اللہ شوق کا شاگرد لکھا ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ فنِ شعر میں آپ کو کسی سے تلمذ نہ تھا مولوی قدرت اللہ شوق اور حضرت رفعت باہم دیگر جلیس و رفیق تھے۔''[۱۲] تذکرہ ''سخن شعرا''، تذکرہ ''انتخاب یادگار'' اور تذکرہ ''شمیم سخن'' میں مولوی غلام جیلانی رفعت کے درج ذیل اشعار میں موجود ہیں۔

لباس صبر مرے دل پہ اس روش ہے تنگ — کہ جیسے تیری قبا میرزا منش ہے تنگ
بہتی ہے زور و شور سے اپنی مدام چشم — اک بحر ہے عظیم کہ جس کا ہے نام چشم ۱۳؎
ہوں میں وہ مرغ چمن بعد اسیری — بال و پر توڑ کے کرتا نہیں صیاد پسند
گرچہ پامال کیا تھا مجھے رفتار نے لیک — کر دیا عشق نے اس قد کے مرا نام بلند
کچھ نہیں ہم ہیں بغیر از دل سوزاں رفعت — پیرہن صورت فانوس نظر آتا ہے

مدت ہوئی کہ نالۂ موزوں نہیں سنا — کوچے سے تیرے رفعت کدھر گئے ۱۴؎

''انتخابِ یادگار'' میں مولوی غلام جیلانی کے واسوخت کے درج ذیل دو بند بھی موجود ہیں:

کیا عجب دن تھے کہ وصلِ یار حاصل تھا ہمیں — بے خلش اغیار کے دیدار حاصل تھا ہمیں
سیر گل اور جامِ مل ہر بار حاصل تھا ہمیں — ساز عیش و نغمۂ سرشار حاصل تھا ہمیں
یاد آن روز یہ کہ درمیخانہ منزل داشتیم — جامِ مے بردست و جاناں در مقابل داشتیم
اب وہ صورت ہے جدائی اور تنہائی سے آہ — پیش و پس کوئی نہیں ہے یاں بجز ذات الہ
مونس وغم خوار بھی اپنے ہوئے اک اک تباہ — اب نہیں آتا نظر کوئی جدھر کیجیے نگاہ
آں کہ می سوزد بدرومن دلش جانِ من است — وآں کہ می گرید بحالم چشم گریان من است ۱۵؎

الٰہی بخش کاندھلوی نشاط: (۱۱۶۲ھ-۱۲۴۵ھ)

مفتی الٰہی بخش صاحب دیوان شاعر تھے۔ اردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں میں شاعری کی، تخلص نشاط تھا۔ نعتیہ شاعری کے علاوہ عشقیہ اشعار بھی کہے۔ علم قرأت کے اصول وفروع اور نماز کے فرائض وواجبات، سنن ومستحبات کو دو منظوم اردو رسالوں میں بیان کیا۔ ۱۶؎ اس کے علاوہ مثنوی معنوی کے دفتر اوّل کے ایک ہزار اشعار کا منظوم اردو ترجمہ کیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے مولوی ابوالحسن نے مزید ایک ہزار اشعار کا منظوم اردو ترجمہ کر کے دفتر اوّل کو مکمل کیا۔ ۱۷؎

مفتی الٰہی بخش کا کلام آورد سے پاک ہے۔ انھوں نے قلبی واردات کو سادگی ودل کشی سے بیان کیا۔ بیش تر اشعار میں سہل ممتنع کی خوبی بھی پائی جاتی ہے۔ نصر اللہ خویشگی نے اپنے تذکرے ''گلشن ہمیشہ بہار'' میں مفتی الٰہی بخش کا ذکر کیا ہے اور مثنوی کے درج ذیل اشعار درج کیے ہیں:

بشنواز نے چوں حکایت می کند — وز جدائی با حکایت می کند
سنیو نے سے کیوں حکایت کرتی ہے — اور جدائی سے شکایت کرتی ہے
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند — از تفیرّم مردوزن نالیدہ اند

جب سے کی ہے کاٹ کر تن سے جدا ... جس کے منہ لگتی ہے نالاں ہے صدا
سینہ خواہم شرح شرح از فراق ... تا بگویم شرح دردِ اشتیاق
پارہ پارہ کر یہ سینہ اے فراق ... تا کہوں بے خود ہو دردِ اشتیاق
ہر کسے کون دورماند از اصل خویش ... باز جوید روزگار وصل خویش
جس کو ہووے شوق اپنی اصل کا ... کیوں نہ ڈھونڈے وہ زمانہ وصل کا
سرّ من از نالۂ من دورنیست ... لیک چشم و گوش راآں نور نیست
راز دل نالے سے میرے دور نہیں ... پر ترے کانوں کے تیئں وہ نور نہیں
تن ز جان و جاں زتن مستور نیست ... لیک کس رادید جاں دستور نیست
جان و تن میں گو نہیں ظاہردوئی ... دیکھ کب سکتا ہے ہر جی کو کوئی
آتش است اس بانگ نائی نیست باد ... ہر کہ ایں آتش ندارد نیست باد
آگ ہے آواز نے کی نے کی باد ... جس کو یہ آتش نہیں ہے نامراد ۱۸

شاہ رؤف احمد رافت: (۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء۔۱۲۴۹ھ)

شاہ رؤف احمد نے اردو اور فارسی میں شاعری کی، تخلص رافت تھا، شاعری میں جرأت کے شاگرد تھے۔۱۹ شاہ رؤف احمد عروض وقوافی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔۲۰ صنائع لفظی کے شائق تھے۔۲۱ عبدالغفور نساخ اور مولوی محمد عبدالحئ بدایونی نے شاہ رؤف احمد کے سات دواوین کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک فارسی اور چھے اردو میں ہیں۔ شاہ رؤف احمد کے درج ذیل مخطوطات بقول ڈاکٹر محمد ایوب قادری سینٹرل لائبریری بھوپال میں موجود ہیں۔

(۱) دیوانِ رافت: ۴۲۰ صفحات پر مشتمل اس دیوان میں پانچ ہزار سے زیادہ اشعار ہیں۔

(۲) کلیاتِ رافت: ۳۰۰ صفحات پر مشتمل اس کلیات میں تقریباً چار ہزار اشعار ہیں۔

(۳) مثنوی زلیخائے ہندی: دو ہزار اشعار پر مشتمل یہ مثنوی نواب معز محمد خاں کی فرمائش پر لکھی گئی۔

(۴) مثنوی قصہ یہودی: اس میں ایک ہزار اشعار ہیں۔

(۵) رسالہ مولود: اس میں تقریباً ڈیڑھ ہزار اشعار ہیں۔

(۶) فقہ ہندی: اس میں چھے سو اشعار ہیں۔

(۷) مثنوی اسرارِ غیب۔۲۲

قدرت اللہ قاسم، نساخ، عبدالحئ بدایونی، امیر مینائی اور لالہ سری رام نے اپنے تذکرے میں شاہ رؤف احمد کا ذکر کیا ہے رافت کے چند اشعار، جو ان تذکروں میں موجود ہیں، درج ذیل ہیں:

یہ کس کے مژگاں کے آہ یارب بھرے ہیں برمے ہمارے بر میں
کہ شکلِ غربال پڑ گئے ہیں ہزاروں روزن دل و جگر میں

ادا و انداز ، نازوعشوہ، جو کچھ ہے اس شوخ فتنہ گر میں
نہ وہ پری میں ، نہ حور میں ہے ، نہ ہے وہ غلماں میں نے بشر میں

لگانہ جراح اس پہ مرہم کہ داغ جائے تو جائیں مرہم
یہ رکھتے ہیں سوختہ جگر ہم چراغ اجڑے ہوئے نگر میں

جس نے بالوں میں ترے عطر بسا دیکھا ہے
اس پر آئی ہے بلا ہم نے بسا دیکھا ہے

ترا مجنوں ہوں اے پیارے اگر تو رشک لیلیٰ ہے
گیا جنگل کو تھا وہ میں نے بھی صحرا کی لے لی ہے ۲۳

گرمی رخساروں کی دیکھے جو وہ یار آئینے میں
جوہر آئنہ ہو جاوے شرار آئینے میں

ارفت اچپل وہ بھلا کب میرے گھر ٹھہرے کہ آہ
عکس کو جس کے نہ آتا ہو قرار آئینے میں

غضب تو یہ ہے ، سنو تو یارو ٹک آنکھ اٹھا کر جو دیکھیں اس کو
تو ہائے چتون میں یوں کہے ہے بھلا ہماری ہے تو نظر میں

جو کچھ ہے اس میں اداو شوخی سو کب ہے حوروپری میں ایسی
خدا ہی جانے ہوا ہے مخفی یہ کون آ قالب بشر میں ۲۴

سیاہیٔ مو خوابِ ہمبراں ہوئی ہر اک زلف خواب پریشاں ہوئی ۲۵

نسبت عاشق و معشوق دیکھ تو رافت کے دل پسواغ ہےاس گل کے منہ پہ تل
پھوٹ کر روئے ہم ان سے مل کے پر نہ پھوٹے یہ پھپھولے دل کے ۲۶

شاہ نیاز احمد نیاز: (۱۱۷۳ھ۔۱۲۵۰ھ)

شاہ نیاز احمد اردو اور فارسی کے صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ تخلص ''نیاز'' ہے وہ صوفی بزرگ تھے ان کے کلام میں فلسفۂ وحدت الوجود بنیادی اہمیت کا حامل ہے اس کے ساتھ ساتھ عظمت انسان کو بھی بیان کیا ہے۔ ان کی شاعری میں عشق کی اثر انگیزی اور والہانہ پن پایا جاتا ہے۔ عشق حقیقی کے ساتھ ساتھ عشق مجازی کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔ اگر چہ انھوں نے واضح الفاظ میں معاملاتِ عشق کو بیان نہیں کیا لیکن محبوب کے جور و جفا، ہجر، بے چینی و بے قراری کی کیفیت اور عاشق کی امنگوں، آرزوں کا بیان پایا جاتا ہے۔

مصحفی نے ''ریاض الصفحا''، میں نساخ نے ''سخن شعر'' ا اور شیفتہ نے ''گلشن بے خار'' میں شاہ نیاز احمد کا ذکر ہے۔ ۲۷ نمونہ کلام درج ہے:

وہ جو نقش پا کی طرح رہی تھی نمود اپنے وجود کی — سو کشش نے دامن ناز کی اسے بھی زمین سے مٹا دیا
مجھے چین خواب عدم میں تھا نہ تھا زلف یار کا کچھ خیال — یہ جگا کے شورِ ظہور نے مجھے کس بلا میں پھنسا دیا

میر و شکیب طاقت و تاب و تواں — اور تو سب چل بسے رہ گئی ایک جان تو

ہجر کی جو مصیبتیں عرض کیں اس کے روبرو — ناز و ادا مسکرا کہنے لگا جو ہو سو ہو ۲۸

قاضی محمد سعید الدین کاکوروی سعید: (۱۱۸۰ھ۔۱۲۶۱ھ)

قاضی محمد سعید الدین اردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے۔ ''سعید'' تخلص تھا، نواب مصطفے خان شیفتہ نے تذکرہ ''گلشن بے خار''، اور نواب علی حسن خان سلیم نے تذکرہ ''صبح گلشن''، میں ان کا ذکر کیا ہے ۲۹ ان کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

بے دماغی اسے ملنے سے نہ ہو کیونکر مرے — کہ پری کو نہیں خوش آتی ہے انسان کی بو ۳۰

قفس سے اڑ کے یہاں تک تو ننگ و عار رہا — کہ رنگ کے بھی میں اڑنے سے سرمشار رہا
ہمارے ہاتھ نہ آیا کبھی ہزار افسوس — ہمیشہ وقف حنا پنجۂ نگار رہا

زہد میں بھی یاں تلک رغبت مجھے صہبا سے ہے — رشتۂ تسبیح میرا پنبۂ مینا سے ہے

جلوت میں تجھے ہے عار کیونکر ملے — خلوت میں کسے ہے بار کیونکر ملے
کھویا رونے نے خواب کا بھی ملنا — دریا حائل ہے یار کیونکر ملے

حبیب النبی رقت: (۱۲۰۸ھ۔۱۲۶۱ھ)

مولوی حبیب النبی اردو میں شاعری کرتے تھے۔ رقت تخلص تھا۔ امیر مینائی، محمد عبدالحئ بدایونی، نساخ نے اپنے تذکروں

میں مولوی حبیب النبی کا ذکر کیا ہے۔۳۲ رقت کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

گر ہاتھ سے تو اپنے مجھے زہر کا دے جام — اس جام کو میں ساغر کوثر سے نہ بدلوں
کیا ظلم ہے اغیار مجھے آنکھیں دکھائیں — میں تیوری بھی اے یار ترے ڈر سے نہ بدلوں ۳۳

شوقِ گردش جو ہو تجھے گردوں — باندھ دامن ہمارے دامن سے
آئی گر روبرو شب ہجراں — صبح کر دیں گے داغ روشن سے
اپنی آہوں سے یانگہ سے تری — سینے میں پڑ گئے ہیں روزن سے ۳۴

زندگی گر عذاب ہے تجھ بن — موت بھی تو خراب ہے تجھ بن ۳۵

عبداللہ دہلوی علوی: (م ۱۲۶۲ھ)

مولوی عبداللہ اردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے۔ تخلص ''علوی'' تھا۔ امام بخش صہبائی مولوی عبداللہ کے شاگرد تھے۔ حکیم عبدالحئی نے ''گل رعنا'' میں دہلی کی مجالسِ شعر و ادب کے سخنورانِ با کمال کا ذکر کرتے ہوئے مولوی عبداللہ کا بھی ذکر کیا ہے۔۳۶ قادر بخش صابر نے تذکرہ ''گلستانِ سخن'' ۔۳۷ میں علوی کے درج ذیل اشعار درج کیے ہیں:

مضمون کی فکر کیا کریں اس کے سخن میں ہم — گم ہیں خیال تنگیٔ کنج دہن میں ہم
کیا دم تھا کل جو دیکھی یارب نسیم صبح — غنچہ کی طرح پھول گئے پیرہن میں ہم
دل غم سے تنگ، سینہ سراپا الم سے خون — لائیں ہیں بخت غنچہ مگر اس چمن میں ہم
دامن سے ڈھانک جیسے کوئی لے چلے چراغ — جاتے ہیں سوز عشق لیے یوں کفن میں ہم
مت پوچھ ہم نشیں کہ یہ راتیں فراق کی — کس طور سے ہیں کاٹتے رنجن و محن میں ہم
چھوٹی کمر کے فکر کی جو پیچ و تاب سے — اولجھے خیالِ زلف شکن در شکن میں ہم

حبیب احمد حبیب: (۱۲۲۱ھ۔۱۲۶۳ھ)

مولوی حبیب احمد اردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ رویت اور حبیب تخلص تھا۔۳۹ تذکرہ ''آ ثارالشعرا'' میں محمد ممتاز علی نے مولوی حبیب احمد کے فارسی اشعار درج کیے ہیں۔ مولوی حبیب احمد کو عروضی و قوافی میں کمال حاصل تھا۔۴۰ ان کے چند اردو اشعار درج ذیل ہیں:

گاہ گریہ، گاہ نالہ، گاہ شورش ، گہہ طپش — آپ کے غم میں یہ ہے حالت ہماری ان دنوں ۴۱

سحر کہتے ہیں جس کو، چاک ہے اپنے گریباں کا		جسے کہتے ہیں بجلی، لمعہ ہے اک آہِ سوزاں کا
تصور یہ بندھا ہے مجھ کو اس رشکِ گلستاں کا		نظر آتا ہے دنیا ہی میں عالم باغ رضواں کا
مزار ایسی جگہ کیجو، نہ ظاہر تاکسی پر ہو		کہ میں کشتہ ہوں اے یارو کسی کے ناز پنہاں کا
کیا غضب ہے مل کے بیٹھوں تو کہے وہ دور ہو		اور اگر ہوں دور تو کہتا ہے کیوں مغرور ہو ۴۲

ابوالحسن بدایونی حسن:

مفتی ابوالحسن بدایونی اردو میں شاعری کرتے تھے۔''حسن''،تخلص تھا۔۴۳ آپ کے دواردواشعار درج ذیل ہیں

تیری زلف کے ہاتھ جاں بیچتا ہوں		میں سودے میں جنس گراں بیچتا ہوں
حسن جس جگہ پر ہو وہ شمع محفل		تو واں جان پروانہ ساں بیچتا ہوں ۴۴

ابوالحسن کاندھلوی:(م۱۲۶۹ھ)

مولوی ابوالحسن کو شعر وسخن کا ذوق تھا۔اردو میں شاعری کرتے تھے۔تخلص ''حسن'' تھا۔ان کے اشعار شستہ اور فصیح و متین ہوتے تھے۔متعدد قصیدے اور مثنویاں کہیں جن میں مثنوی ''بحرالحقیقت'' بہت مقبول ہوئی۔۴۵ نواب مصطفٰے خاں شیفتہ،نساخ اور علی حسن خاں نے اپنے تذکروں میں مولوی ابوالحسن کا ذکر کیا ہے۔۴۶ ان کے چنداردواشعار درج ذیل ہیں:

گو تو نے لپٹ کر نہ کیا ہم کو ذرا گرم		رہتی تھی ترے عشق میں چھاتی یہ سدا گرم
جواب لائیو قاصد شتاب نامے کا		جواب نامہ نہ ہووے جواب نامے کا ۴۷

منفعل ہوں دست و پا بھی مارنے سے وقت ذبح		کیوں میں تڑپا جو ترے دامن پہ چھینٹا پڑ گیا ۴۸

غلام رسول مہر اور احتشام الحسن کاندھلوی نے مولوی ابوالحسن کے اردو قصیدے کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں۔۴۹

شیخ جلال الدین باقر:(م۱۲۷۲ھ)

شیخ جلال الدین فارسی میں اکثر اور اردو میں کبھی کبھی شعر کہتے تھے۔''باقر''،تخلص تھا۔۵۰ نمونہ کلام درج ذیل ہے:

باقر دماغ ِشعر و سخن اب کہاں ہمیں		وہ ولولہ وہ جو ش طبیعت نہیں رہا
ہمہ تن ضعف ہو گیا باقر		وہ حال اور وہ جمال ۵۱

امین اللہ پیام:

مولوی امین اللہ سید احمد بریلوی کے لشکر میں شامل تھے۔انھوں نے فرضیت جہاد کے بارے میں عربی زبان میں رسالہ لکھا بعدازاں اس کا اردو میں ترجمہ کیا، آپ اردو میں شاعری بھی کرتے تھے۔تخلص ''پیام'' تھا۔۵۲ نساخ اور قادر بخش صابر نے اپنے تذکرے میں ان کا ذکر کیا ہے۔نمونہ کلام درج ذیل ہے:

جبکہ اپنی خبر نہ ہو اس کو　　اس کو اوروں کی کیا خیر ہووے
پھونکتا ہے مجھی کو نالۂ دل　　یار میں بھی تو کچھ اثر ہو وے ۵۳

نسیم اللہ نسیم:(م۱۸۵۷ء)

مولوی نسیم اللہ فارسی اور اردو میں شاعری کرتے تھے۔نسیم تخلص تھا۔بقول قادر بخش صابر:

''کمالاتِ علمی کی قوت سے اشعار ریختہ اور فارسی کو نہایت متانت اور غایت رزانت کے ساتھ کہتا ہے جو کہ نظر ہمت ان مقاصدِ عالیہ پر مقصور ہے تدوین سخن کی طرف اصلاً التفات نہیں ہے ورنہ ہر صنفِ شعر سے کئی دفتر مدون ہو جاتے۔'' ۵۴

مولوی نسیم اللہ کی زبان میں سادگی و لطافت اور شستگی پائی جاتی ہے۔۵۵ چند اردو اشعار ملاحظہ ہوں۔

بے سبب ہر کس و ناکس سے لڑا کرتی ہیں　　اپنی آنکھوں کو ذرا او بت پر فن سمجھا
گن گن کے روز کرتے ہیں وہ عاشقوں کو قتل　　ہر روز ان کے کوچے میں روز شمار ہے

جو لذتیں ہیں قناعت میں حرص میں کب ہیں　　نشہ جو کم ہو اسی کو سرور کہتے ہیں
پھرتا ہے چشم تر میں ہماری قد نگار　　یہ قد ہے یا کہ سرولب جوئبار ہے

زمانے کو بندہ کیا چاہتے ہو　　بتوں کیا خدا تم بنا چاہتے ہو
نسیم اس سے کہتا ہوں کر بات کوئی　　تو کہتے ہیں کیا کچھ سنا چاہتے ہو ۵۶

اشرف علی بدایونی نفیس:(م۱۸۵۸ء)

مولوی اشرف علی قادر الکلام شاعر تھے۔تخلص ''نفیس'' تھا۔نواب ظہور اللہ خاں ''نوا'' بدایونی سے مشورۂ سخن کیا کرتے تھے۔ اردو، فارسی اور عربی میں صاحبِ دیوان شاعر تھے۔شعرائے اردو کا تذکرہ ''انتخاب دہر'' بھی لکھا۔۵۷ نفیس کے چند اردو اشعار بطور نمونہ درجِ ذیل ہیں:

تم اگر جنبشِ ابرو کی دکھادو گے ادا　　ایک بے جرم پہ چل جائیں گی شمشیریں دو
دونوں زلفوں میں تری ہے دل وحشی میرا　　ایک دیوانے کی گردن میں ہیں زنجیریں دو
چاہنے والے کو رسوا کرو یا قتل کرو　　ہے گناہگار جو جی چاہے وہ تعزیریں دو ۵۸

امداد صابری نے اپنی تصنیف ''۱۸۵۷ء کے مجاہد شعرا'' میں اشرف علی بدایونی کے مندرجہ بالا اشعار کے علاوہ ۱۲۳ اشعار درج کیے ہیں۔۵۹

کفایت علی کافی:(م۱۸۵۸ء/۱۲۷۴ھ)

مولوی کفایت علی کو نعتیہ شاعری میں خاص مقام حاصل ہے۔ آپ کا تخلص ''کافی'' ہے۔ شاعری میں شیخ مہدی علی خاں کے شاگرد تھے۔۶۰ مولوی کفایت علی کی بیش تر تصانیف منظوم ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا طبعی میلان شعر و شاعری کی جانب زیادہ تھا۔ مولوی عبدالحئ بدایونی نے تذکرہ ''شمیم سخن'' اور نساخ نے تذکرہ ''سخن شعرا'' میں مولوی کفایت علی کا ذکر کیا ہے۔۶۱ نساخ نے کافی کے درج ذیل نعتیہ اشعار تذکرہ ''سخن شعرا'' میں دیئے ہیں:

عرش بریں ایوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم　　خلد سرا بستان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کفیل کار امت آپ شفیع روز قیامت　　ہیں بے حد احسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مظہر رحمت، مصدر رافت، مخزن شفقت، عین عنایت　　ذات محمد جانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
رحمتِ عالم اس کا لقب ہے، خلقتِ عالم کا وہ سبب ہے　　ہے کیا عالی شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بہر شفائے درد و مصیبت اور برائے رنج و فلاکت　　کافی ہے درمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۶۲

رشید النبی وحشت: (م ۱۲۷۴ھ)

مولوی رشید النبی اردو، عربی اور فارسی میں شاعری کرتے تھے۔ ''وحشت'' تخلص تھا۔ حافظ اکرام احمد ضیغم کے شاگرد تھے۔ عبدالغفور نساخ مؤلف تذکرہ سخنِ شعرا ان کے شاگرد تھے۔۶۳ وحشت کے اردو اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

مہتابی پہ جلوہ ہے جو اس رشک پری کا　　عالم ہے رخ مہ پہ چراغ سحری کا
چشم آہو کے انداز قدم کبک دری کا　　رخ مہ کا ہے قد سرو کا، نقشہ ہے پری کا
لب خشک ہیں تر آنکھیں ہیں فرقت میں شب و روز　　یہاں زیر نگیں ملک ہے خشکی و تری کا
آنکھوں سے دکھا دیتے ہیں مفہوم عدم کو　　لکھتے ہیں جو وصف آپ کی نازک کمری کا
اس کانِ ملاحت کی یہ الفت کا مزا ہے　　ہے شور جہاں میں مری شوریدہ سری کا
یادِ ابرو سے تمھاری کٹ گئے ایام غم　　ہجر میں ہر دم ہمیں شمشیر کا دم ہو گیا
آب حیواں اپنے حق میں شربت سم ہو گیا　　خنجر سفاک زخم دل کو مرہم ہو گیا
مشتری کون ہوا اس مہ کا جو بے مہری سے　　نقد جان لے کے یہ کہتا کہ ہے بیعانہ ہوا ۶۴

احمد حسن قنوجی عرشی: (۱۲۳۶ھ۔۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء)

مولوی احمد حسن اردو، عربی اور فارسی میں شاعری کرتے تھے۔ ''عرشی'' تخلص تھا۔ ابتدا میں مولوی فیض احمد رسوا بدایونی سے مشورۂ سخن کیا۔۶۵ بعد ازاں فارسی اور اردو میں غالب سے مشورۂ سخن حاصل تھا۔۶۶ جیسا کہ عرشی ایک شعر میں کہتے ہیں:

مغلوب ہیں سب اہل جہاں میرے سخن سے　　ہوں زلہ ربا غالب اعجاز رقم کا ۶۷

مالک رام عرشی کی شعر گوئی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بہت پرگواور زودنویس تھے۔ایک ایک نشست میں طولانی قصیدے اور ہرطرح کی نظم لکھنے پر قادر تھے۔اردو، فارسی،عربی تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔اس کے باوجود سچ تو یہ ہے کہ نسبت شاعری ان کے دون مرتبہ ہے۔ وہ علم وفضل اور ظاہری اور باطنی خوبیوں کے باعث اپنے اقران واماثل سے کہیں بڑھ کر تھے۔افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی۔''۶۸

مولوی احمد حسن کے چند اردو اشعار درج ذیل ہیں:

حاضر ہوں آج مجمع دیوان عام میں ۔۔۔ پھر کچھ کسی کو حوصلۂ امتحان نہ ہو

کیا اِک بات میں جامہ سے باہر ۔۔۔ شب وصل اس نے جب مجھ سے حیا کی

سحر جو میں نے کہا ہو قصور شب کا معاف ۔۔۔ تو ہنس کے بولے کہ چل دور ہو ہوا سو ہوا
سنتا ہی نہیں کوئی دردِنہاں کو ۔۔۔ قلقل نہیں کہتا کبھی مینا مرے آگے

جولاں کہاں پہ کیجیے گر لامکاں نہ ہو ۔۔۔ ہمت کسے دکھائے گر آسمان نہ ہو
اے وضع احتیاط یہ فصل بہار ہے گل بانگ ۔۔۔ شوق زمزمہ سنج فغاں نہ ہو
اتنی ہی آرزو ہے ہمیں تجھ سے اے فلک ۔۔۔ یہ ان کی اک نہیں بھی نہ ہووے جو ہاں نہ ہو

مجھے خوشی ہے ترے عشوہ ہائے پیہم کی ۔۔۔ نہ کوئی ستم عذرِ امتحان کے لیے

شعلۂ عشق وہ ہے جس سے زمانہ جل جائے ۔۔۔ یوں تو پتھر کے بھی سینے میں شرر ہوتا ہے
خود آرائی نہ چھوڑیں گے یہ کافر ۔۔۔ خدائی یوں تو برحق ہے خدا کی ۶۹

ہادی علی لکھنوی اشک:(م ۱۲۸۱ھ)

مولوی ہادی علی اردو، عربی اور فارسی تینوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔تخلص ''اشک'' تھا۔عبدالغفور نساخ مؤلف ''تذکرۂ سخن شعرا'' ان کے دوستوں میں سے تھے۔۷۰ مولوی ہادی علی کا نمونۂ کلام درج ذیل ہے:

چاند سورج تیرے بالوں میں نہیں بالائے سر ۔۔۔ ہو گئے ہیں مہر و مہ شب کو قریں بالائے سر

چلے وہ چال کہ دل سیکڑوں ہوئے پامال ۔۔۔ نکالے آپ نے کیا عالم شباب میں پاؤں
وہ رند ہوں کہ جہاں ہوں وہیں گزک پہنچے ۔۔۔ لگیں شراب میں پر ساقیا کباب میں پاؤں

انھیں سوجھی فلک سیر کی ترنگ میں آج ‌ ‌ ‌ کہ چل کے دھوئیے اب طشتِ آفتاب میں پاؤں

ہجر کے صدمے سے کل جان نکل ہی جاتی ‌ ‌ ‌ گر خیالِ لب جاں بخش نہ ہوتا دل میں
جنبش لب سے ترے کشتہ نے جان پائی ‌ ‌ ‌ دم بخود رہ گئے شرما کے مسیحا دل میں

ہماری آہ سے ڈرے رقیب لازم ہے ‌ ‌ ‌ نہ ہو یہ تیر ہوائی دوسار پہلو میں
دل ستم زدہ و یاس و حسرت و حرماں ‌ ‌ ‌ اَنیس ہیں یہی دو تین چار پہلو میں
سنی نہ ایک مری بات ہائے صد افسوس ‌ ‌ ‌ سنایا حال دل اس کو ہزار پہلو میں [41]

حمیدالنبی مجروح:(م ۱۲۸۶ھ)

مولوی حمیدالنبی اردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے۔ تخلص مجروح تھا۔ عبدالغفور نساخ اور امیر مینائی نے اپنے تذکرے میں مولوی حمیدالنبی کا ذکر کیا ہے۔[42] نمونۂ کلام درج ذیل ہے:

باقی نہیں آہ تک بھی ہم قدم ‌ ‌ ‌ یہاں عالم دل میں اب خلا ہے
رکھا تہ تیغ ہم نے سر کو ‌ ‌ ‌ یہ سجدۂ شکر بے ریا ہے
رہتا ہے یہ چرخ میں شب و روز ‌ ‌ ‌ مجروح فلک کا سرپھرا ہے

منکرِ روزِ قیامت ترے کوچے میں تو آئیں ‌ ‌ ‌ روز ہوتا ہے بپا محشر تری رفتار سے

ٹیکا ہو تیرے ماتھے پہ عکس مہ تاباں ‌ ‌ ‌ بے پردہ شب ِ مہ میں اگر تو نکل آئے
ہر موج بنے مارِ سیہ زہر الم سے ‌ ‌ ‌ دریا سے جو تم زلف سنوارے نکل آئے

پانی ہو نہ کیوں کر کرۂ آب میں پانی ‌ ‌ ‌ بھر آئے جو اس دیدہ بے خواب میں پانی
دل صاف جو ہیں اون میں کدورت نہیں ہوتی ‌ ‌ ‌ ممکن نہیں مخلوط ہو سیماب میں پانی [43]

محمد صدرالدین آرزو (۱۲۰۴ھ/۱۷۸۹ء۔۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء)

مفتی صدرالدین آرزو، اردو، عربی اور فارسی میں شاعری کرتے تھے۔ تخلص ''آزردہ'' تھا۔ شاہ نصیر اور میاں محرم اکبرآبادی کو اپنا کلام دکھایا۔ پھر نظام الدین ممنون سے مشورہ سخن کیا۔[45] غالب کے حسرتی، مومن، اور دیگر شعرائے دہلی سے آپ کے بہت اچھے تعلقات تھے۔[46] دہلی کی کوئی ادبی مجلس آپ کے بغیر مکمل نہیں ہوتی تھی۔ آزردہ کا مجموعہ کلام مرتب صورت میں نہیں ملتا۔ انیسویں صدی

کے کم وبیش ہر تذکرے میں ان کے اردو کلام کا انتخاب دیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے صنف غزل پر طبع آزمائی کی۔ ان کے کلام کا نمایاں وصف سادگی سے طرز ادا سادہ و عام فہم ہے۔ اگرچہ انھیں عربی و فارسی پر کامل دست رس تھی لیکن ان کے اردو کلام میں عربی و فارسی کے مشکل الفاظ و تراکیب نہیں پائے جاتے۔ بے جا مبالغہ آرائی اور مشکل الفاظ و تراکیب کے استعمال سے بھی ان کا کلام پاک ہے۔ زبان اور خیال کے اعتبار سے ان کے اشعار سادگی کے حامل ہیں۔ وہ خود کہتے ہیں:

ریختہ یہ ہے کہ جو آیت محکم ہے صاف　　　معنی دور نہیں لفظ بھی مہجور نہیں ۴۷

حقیقت تو ہے کہ صاف اور سلیس زبان میں اظہارِ خیالات ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ ۴۸

''آزردہ'' کا نمونۂ کلام درج ذیل ہے:

مر کر بھی ہمارا دل بے تاب نہ ٹھہرا　　　کشت بھی ہوا تو بھی یہ بھی سیماب نہ ٹھہرا

(محمد عبدالحئی: ص ۷۱)

برگشتہ بخت جذبۂ دل تم کو آفریں　　　آ کر وہ پھر گیا میرے بیت الحزن کے پاس

آمد آمد ہوئی پھر موسم گل کی شاید　　　ان دنوں چاک کو پاتے ہیں گریبان سے انس

اُس شوخ سے مربوط بہت سہل سے ہوتے　　　گر ہم بھی سبک حرکتِ نااہل سے ہوتے

(شفتہ: ص ۷۸۔۷۹)

نالوں سے میرے کب تہہ و بالا جہان نہیں　　　کب آسمان زمین و زمیں و آسماں نہیں
قاتل کی چشم تر نہ ہو یہ ضبط آہ دیکھ　　　جوں شمع سر کٹے پہ اٹھایا یاں دعواں نہیں
اے بلبلان شعلہ دم اک نالہ اور بھی　　　گم کدہ راہ باغ ہوں یاد آشیاں نہیں
اس بزم میں نہیں آگاہ ورنہ کب　　　واں خندہ دیر لب ادھر اشک نہاں نہیں

(لالہ سری رام، جلد اوّل، ص ۵۸)

نکلنا ہوا دل سے دشوار کیوں　　　یہ ہے آہا کچھ اس کا سکان نہیں
اُسی کی سی کہنے لگے اہل محشر　　　کہیں پرسش داد خواہاں نہیں
یہ ہاتھ اس کے دامن تک پہنچے کب　　　رسائی جسے تا گریباں نہیں
فلک نے بھی سیکھے ہیں تیرے سے سطور　　　کہ اپنے کیے سے پشیماں نہیں

(مرزا قادر بخش صابر:ص۱۱۴)

میں اور ذوق بادہ کشی ، لے گئیں مجھے　　یہ کم نگاہیاں تری بزم شراب میں
تحقیق ہو تو جانو کہ میں کیا ہوں قیس کے　　لکھا ہوا ہے یوں تو سبھی کچھ کتاب میں
یہ عمر اور عشق ہے آزردہ جانے شرح　　حضرت یہ باتیں پھبتی ہیں عہد شباب میں

(نساخ:ص۲۳)

دل نے ملا دیں خاک میں سب وضع داریاں　　جوں جوں کے رکے وہ ملتے سے ہم بیشتر ملے

(تذکرہ شمیم سخن، جلد اوّل،ص۴۷)

مفتی صاحب نے شعرائے اردو کا تذکرہ بھی لکھا۔ یہ ناقص الآخر ہے اور ردیف نون پر ختم ہوا ہے۔ نواب مصطفٰے خان شیفتہ نے ''گلشن بے خار'' میں اور لالہ سری رام نے ''خمخانۂ جاوید'' جلد اوّل میں اس تذکرہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ تذکرہ ۱۲۲۹ھ اور ۱۲۳۳ھ کے درمیانی زمانے میں مرتب کیا گیا۔۴۹ اس میں ۱۰۶ شعرا کا ذکر کیا گیا ہے۔

شاہ محمد عمر(۱۲۴۴ھ/۱۲۹۸ھ)

مولوی شاہ محمد عمر اردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے۔ تخلص ''عمر'' تھا موزونی طبع وجودتِ فکر بذریعۂ غایت آپ کو حاصل تھی۔۵۰ بقول امیر مینائی شاہ محمد عمر کو کسی سے تلمذ کا اتفاق نہیں ہوا۔۵۱ ان کے چند اردو اشعار بطور نمونہ درج ہیں:

سرسبز ہوء نہ شاخ الفت　　پھل پائے نہ ہم نے عاشقی کے
سرشار ہوں میں نگہ سے اس کی　　بے خود ہیں کچھ شراب پی کے

زردی رخ مری الفت ک خبر دیتی ہے　　بن کے غماز یہ رسوا مجھے کر دیتی ہے
اب بھی گھبرا کے الٹ دیتے ہیں اکثر وہ نقاب　　ناتوانی میں بھی آہ اتنا اثر دیتی ہے

توڑ کر بال و پر میرے صیاد　　مژدہ دیتا ہے اب رہائی ہے
کچھ جو بھاتا نہی ان روزوں　　سچ کہو کس کی آن بھائی ہے

نہ کوئی حاجب نہ کوئی دربان نہ اس کا چہرہ نقاب میں ہے　　نظر ہوا پنی نہیں پہنچتی سمجھتے ہیں ہم حجاب میں ہے

(امیر مینائی،ص۲۳۳)

شاہ محمد معصوم(۱۲۶۳ھ-۱۳۳۱ھ)

شاہ محمد معصوم اردو، فارسی اور عربی میں شاعری کرتے تھے، تخلص ''معصوم'' تھا۔ آپ کا فارسی و اردو مجموعہ کلام ''انتخابِ معصوم''

کے نام سے ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۷ء میں مطبع فیض الکریم، حیدر آباد دکن سے شائع ہوا رام پور کے مشاعروں میں کلام پڑھا۔ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے مشاعروں میں بھی شرکت کی۔۵۲؎ امیر مینائی نے تذکرہ ''انتخابِ یادگار'' میں شاہ محمد معصوم کا ذکر کیا ہے اور درج ذیل اشعار درج کیے ہیں:

کس کو رتبہ تو نے اے قاتل شہادت کا دیا　　　سچ بتا شوخ اس قدر رنگِ حنا کیوں کر ہوا
ناصحا کس کو ہے خوفِ محشر　　　ایسے ہنگامے ہوا کرتے ہیں

تصور نے پری رویوں کے دیوانہ بنایا ہے　　　نہ جی لگتا ہے صحرا میں نہ دل لگتا ہے گلشن میں

نیا ظلم و ستم کیا یاد آیا　　　جو تم نے ان دنوں مجھ سے وفا کی

حال میرا دیکھ کر رونے لگے　　　ناموں کو بھی نصیحت ہو گئی

(انتخابِ یادگار: ص ۳۴۴۔۳۴۵)

نواب صدیق حسن خان: (۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء۔ ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء)

نواب صدیق حسن خان عربی، فارسی اور اُردو میں شاعری کرتے تھے۔ ابتدا میں عمر میں ''روحی'' تخلص تھا۔ رئیسہ بھوپال نواب شاہ جہاں بیگم سے نکاح کے بعد ان کے اصرار پر ''نواب'' تخلص رکھا بعد میں اپنا تخلص ''توفیق'' پسند کیا۔۵۳؎ عربی میں ''نواب'' فارسی اور اردو میں ''توفیق''، خلص تھا۔۵۴؎

ان کی قدردانی اور ہنر پروری و ادب نوازی کی بدولت مشرقی علوم وفنون کے بڑے بڑے ماہر بھوپال میں جمع ہو گئے تھے۔۵۵؎ اس وقت بھوپال میں اپنے علمی و ادبی کارناموں کی وجہ سے ''بغداد الہند'' کی حیثیت رکھتا تھا۔۵۶؎ اہل علم و ہنر کی قدردانی کی بدولت ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اجڑی ہوئی محفلیں بھوپال میں آباد ہوئیں۔ نواب صدیق حسن خان نے بھوپال کو دہلی اور لکھنؤ کی طرح علم وادب کا مرکز بنانے کی شعوری کوشش کی اور وہ اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب بھی رہے۔۵۷؎

نواب صدیق حسن خان ہفتہ وار مجلس مشاعرہ منعقد کرتے تھے جس میں اردو، فارسی دونوں زبانوں کی ''طرح'' دی جاتی تھی۔۵۸ انھیں ذوق، غالب، صہبائی اور شیفتہ کی صحبت میسر ہوئی۔

''نواب صاحب فارسی کے تو بہت عمدہ شاعر تھے مگر اردو کلام خاص روایتی و ارسمی انداز کا ہے۔ جس میں کسی قسم کی بدت یا ندرت نہیں پائی جاتی۔''۵۹؎ فارسی و اردو کلام ۱۳۰۶ھ میں مطبع شاہ جہانی سے ''گل رعنا'' کے نام سے شائع ہوا اس میں ۱۴۲ اردو غزلیں ہیں۔

تذکرہ آثار الشعرا، تذکرہ خمخانہ جاوید (جلد دوم) تذکرہ طور کلیم، تذکرہ بزم سخن میں نواب صدیق حسن خاں کا ذکر موجود ہے۔ نمونہ کلام درج ہے۔

تیری ہر ایک گرہ اور ہماری ساری رات — تو ہر ہمی نہ کر اے زلفِ یار ہاری رات
چلا ہے روم قیامت برابری کرنے — تو کھیل تماشا ہوئی ہماری رات
خدا ہی خیر کرے ، ہے معاملہ دل کا — چلا ہے تاجر جاں لے کے قافلہ دل کا
مدد کر اے اثر بے کسی و تنہائی — ہے آج لشکرِ غم سے مقابلہ دل کا
ڈرو نہ اسکوئی اور کھیل کھیلو تم — بہت برا ہے مری جاں مشغلہ دل کا

برپا کریں نہ فتنہ کوئی دل کے آس پاس — بیٹھے ہیں دردو مسرت وغم مل کے آس پاس
کیا پر خطر ہے دشتِ محبت قدم قدم — دل میرے آس پاس ہے میں دل کے آس پاس

(آثار الشعرا،ص۳۴۔۳۵)

نجم الدین چریاکوٹی:(م۱۳۰۷ھ)

مولانا نجم الدین اردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے۔تخلص ''نجم'' تھا۔محمد عبداللہ ضیغم نے اپنے تذکرے۶۰ میں ان کے درج ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

سمجھتے ہیں کسی کا دردِ دل یہ بے وفا دشمن — بتانِ سنگ دل سے اور کیا کہیے خدا سمجھے
اٹھے ہو کہ خمار اور جم بیٹھے فر گردوں پر — اگر اپنے تئیں انسان خاک کفش پا سمجھے
دخترِ زر سے جو الفت ہے تو اتراتی ہے نیند — جھومتی مستانہ ساقی آنکھوں میں آتی ہے نیند
خواب میں آیا کسی کی سرد مہری کا خیال — چشمہ خورشید کے مانند تھراتی ہے نیند
دھیان آجاتا ہے جس دن سبزۂ خط کا ترے — بن کے طوطی رات کو آنکھوں میں اوڑ جاتی ہے نیند
ہم نے سوئے عمر بھر یاد قدر دل دار میں — لوگ کیوں کہتے ہیں سولی پر بھی آجاتی ہے نیند

غلط پر بھی سمجھ اپنی ہی ، تیری کیا خطا ظالم — کہ تجھ سے دشمنِ جان جہاں کو آشنا

(محمد عبداللہ ضیغم:ص۳۳۱)

نور الحسن خان کلیم:(۱۱۷۸ھ۔۱۳۳۶ھ)

نور الحسن خان اردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے۔اردو میں ''کلیم'' اور فارسی میں ''نور'' تخلص تھا۔۶۱ خان محمد خان شبیر کے شاگرد تھے۔۶۲ انھوں نے اردو اور فارسی شعرا کے تذکرے بھی لکھے۔''طور کلیم'' فارسی زبان میں اردو شاعروں کا تذکرہ ہے۔ چند اردو اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

ہر ایک طور سے عالم کو مار رکھتے ہیں ۔۔۔ غرور حسن میں بھی انکسار رکھتے ہیں
ہمیشہ پیش نظر وہ عذار کا رکھتے ہیں ۔۔۔ تمھارے دیکھنے والے بہار رکھتے ہیں
ہم اپنے بعد سخن یادگار رکھتے ہیں ۔۔۔ زمین شعر میں اپنا مزار رکھتے ہیں
کیا ہے دل نے ہمیں دو جہاں سے فارغ ۔۔۔ بس ایک ہم یہی اجڑا دیار رکھتے ہیں

(محمد علی ممتاز: ص ۱۹۲)

چل نکلتے ہیں تمھاری یاد میں ۔۔۔ ایسے کچھ بے بس ہوا کرتے ہیں ہم
شاعری مد نظر ہم کو نہیں ۔۔۔ وارداتِ دل لکھا کرتے ہیں ہم

(ایضاً: ص ۱۹۳)

میری طرف ہوا تو مخاطب نہ ظاہرا' ۔۔۔ ہر آہ کیا ادا تھی کہ میں شاد ہوگیا
تجھ سے مجھے نسبت نہیں ہر چند مگر ہاں ۔۔۔ جس باغ کا تو گل ہے تو میں خار ہوں اس کا

(بزم سخن: ص ۸۴)

خجلت نصیب ہم سے نہ تم سے کرم شمار ۔۔۔ تم اور آؤ دل سے دیار تباہ میں
مستی کسی نگہہ کی ہے اپنی شراب میں ۔۔۔ آتی ہے بو کسی کی ہمارے کباب میں
ہیں بہت سے جو اسے بھی بے نصیب ۔۔۔ مہربانی ہے نہاں بیداد میں

شورش کہاں سے لائے جو ہم سا ہو درد مند ۔۔۔ شوخی کہاں سے پائے جو تم سا جمیل ہو

(طور کلیم: ص ۸۵)

نواب علی حسن خاں سلیم: (۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء۔۱۹۳۶ء)

نواب علی حسن خاں فارسی اور اردو میں شاعری کرتے تھے۔ اردو میں ''سلیم'' اور فارسی میں ''طاہر'' تخلص تھا۔ آپ رنگِ قدیم کے شاعر اور مولانا احسن بلگرامی کے شاگرد تھے۔[۶۳] آپ نے اردو شعرا کا تذکرہ فارسی زبان میں ''بزم سخن'' کے نام سے لکھا۔ مولانا شبلی نعمانی سے بڑی دوستی تھی۔[۶۴] ان کی محبت اور قدر شناسی کے شواہد ''مکاتیبِ شبلی'' میں نواب علی حسن خاں کے نام خطوط میں دیکھے جاسکتے ہیں۔[۶۵]

نواب علی حسن خاں کے چند اردو بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

عمر یوں کاٹی کسی کی یاد میں ۔۔۔ شام نالہ میں، سحر فریاد میں
ہم اسیرانِ محبت کا ہے گھر ۔۔۔ یا قفس میں یا کفِ صیاد میں

تم نہ آئے تو کبھی اک چرچا رہا　　کٹ گئی شب نالہ وفریاد میں

(آثارالشعراء،ص۱۲۱۔۱۲۲)

غمزہ و ناو عشوہ و انداز　　ان ہی دو چار نے تو مارا ہے

سلیم اکسیر ہے مجھ کو غبارِ کوچۂ جاناں　　اڑاؤں خاک جنگل کی نہیں مجنوں سا دیوانہ

درد فراق اس سے بیاں کیجئے تو وہ　　کہتا ہے رہنے دیجئے بس بس سناسنا

تم تو سلیم کہتے تھے اس سے لڑیں گے ہم　　تم آج واں گئے تھے کہو کیا کہا سنا

(بزمِ سخن،ص۶۲)

(۴)

مذکورہ بالا علما اپنے دور کے نام ور عالم تھے۔ یہ حضرات عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ شعروشاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ اگرچہ ان میں سے بعض نے روایتی موضوعات کو بیان کیا ہے لیکن ان میں سے اکثر نے اپنے انداز بیان سے ان روایتی موضوعات کو تازگی بخشی۔ ان تمام علمائے کرام کی شاعری اس قابل تھی کہ اس دور کے تذکرہ نگاران سے صرفِ نظر نہ کر سکے اور یہ علما ان تذکروں کی بدولت بہ حیثیت شاعر اردو ادب کی تاریخ کا حصہ بن گئے۔ عبداللہ دہلوی اور مفتی صدرالدین آرزو انیسویں صدی کے نصف اوّل میں دہلی کی شعری وادبی مجالس کا حصہ تھے۔ شاہ احمد صوفیانہ شاعری اور کفایت علی کافی اردو نعتیہ شاعری کے اہم شاعر تھے۔ مصحفی کو شاہ نیاز احمد سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ شاہ رؤف احمد جرات کے احمد حسن عرشی غالب کے اور مولوی محمد مصباح امیر مینائی کے شاگرد تھے۔ نواب علی حسن خاں کے شبلی نعمانی سے دوستانہ مراسم تھے۔ بھوپال میں علی گڑھ تحریک کو فروغ دینے میں انھوں نے اہم کردار ادا کیا تھا۔[۶۶] مفتی صدرالدین آرزو، اشرف علی بدایونی نفیس نورالحسن خاں، علی حسن خاں نے شعرائے اردو کے تذکرے بھی لکھے۔ غرض یہ علمائے کرام بہت سی وجوہات کی بناپر اردو ادب کی تاریخ میں اہمیت کے حامل ہیں۔

حواشی:

۱۔ ''اردولغت''، جلد پنجم، اردولغت بورڈ، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص۶۶۔۶۷۔

۲۔ ایضاً ص۶۶۔ سید احمد دہلوی، ''فرہنگِ آصفیہ''، جلد اوّل، دہلی، ۱۹۱۸ء، ص۵۹۹۔ نورالحسن نیر، ''نوراللغات''، جلد اوّل نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء، ص۱۰۲۶۔

۳۔ حنیف نقوی، ''شعرائے اردو کے تذکرے، نکات الشعرا سے گلشن بے خار تک''، بنارس، ۱۹۷۲ء، ص۲۲۔

۴۔ فرمان فتح پوری، ''اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص۷۸۔۷۹۔

۵۔ نورالحسن نقوی، ''فن تنقید اور اردو تنقید نگاری''، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۰ء، ص ۱۰۱۔

۶۔ ''اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، ص ۸۵۔

۷۔ ''فن تنقید اور اردو تنقید نگاری''، ص ۹۸۔

۸۔ '' شعرائے اردو کے تذکرے، نکات الشعرا سے گلشن بے خار تک''، ص ۴۱۔

۹۔ ایضاً، ص ۳۷۔

۱۰۔ عبدالغفور نساخ، ''سخن شعرا''، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ۱۸۷۴ء، ص ۱۸۷۔

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ محمد عبدالحئی بدایونی، ''تذکرہ شمیم سخن''، جلد اوّل، مطبع امداد الہند، مراد آباد، س ن، ص ۱۲۸۔

۱۳۔ احتشام الحسن کاندھلوی، ''حالات مشائخ کاندھلہ''، نئی دہلی، ۱۳۸۳ھ، ص ۸۴۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۸۹۔

۱۵۔ امیر مینائی، ''انتخابِ یادگار''، تاج المطابع لکھنؤ، ۱۲۹۷ھ، ص ۱۴۴۔ ''تذکرہ شمیم سخن''، ص ۱۲۵۔

۱۶۔ ''سخن شعرا''، ص ۱۷۸۔

۱۷۔ محمد مصطفےٰ خاں شیفتہ، ''گلشنِ بے خار''، اردو مترجم محمد احسان الحق، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی، ۱۹۶۲ء، ص ۲۲۲۔

۱۸۔ محمد ایوب قادری، ''اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ'' ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۴۴۵۔

۱۹۔ غلام احمد ہمدانی مصحفی، ''ریاض الفصحاء''، انجمن ترقی اردو، دہلی، ۱۹۳۴ء، ص ۳۳۹۔ ''سخن شعرا''، ص ۵۳۶۔ ''گلشنِ بے خار''، ص ۵۲۱۔

۲۰۔ ''گلشنِ بے خار''، ص ۲۴۸۔ علی حسن خان، ''تذکرہ صبح گلشن''، مطبع شاہجہانی، بھوپال، ۱۲۹۵ھ، ص ۲۰۴۔

۲۱۔ ''انتخابِ یادگار''، ص ۱۵۸۔ ''تذکرہ شمیم سخن''، ۱۲۹۔ ''سخن شعرا''، ص ۱۹۰۔

۲۲۔ عبدالحئی حسنی، ''گل رعنا''، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۲۱ء، ص ۳۱۲۔

۲۳۔ قادر بخش صابر، ''گلستانِ سخن''، مطبع نول کشور، ۱۲۷۱ھ، ص ۳۷۲۔

۲۴۔ ''انتخابِ یادگار''، ص ۱۱۴۔ ''سخن شعرا''، ص ۱۹۷۔ محمد ممتاز علی، ''آثار الشعرا''، مطبع شاہجہانی، بھوپال، ۱۳۰۴ھ، ص ۱۱۷۔

۲۵۔ سخن شعرا، ص ۱۹۷۔

۲۶۔ ''تذکرہ شمیم سخن''، ص ۱۱۶۔

۲۷۔ ''حالات مشائخ کاندھلہ''، ص ۱۳۷۔

۲۸۔ ''گلشنِ بے خار''، ص ۱۷۳۔ ''سخن شعرا''، ص ۱۲۹۔ علی حسن خاں، ''تذکرہ بزم سخن''، مطبع نامی مفید عام، آگرہ، ۱۸۸۱ء، ص ۴۱۔

۲۹۔ غلام رسول مہر، ''سید احمد شہید''، جلد اوّل، لاہور، ۱۹۵۲ء، ص ۲۳۲۔ ''حالات مشائخ کاندھلہ''، ص ۱۳۸۔ ۱۳۹۔

۳۰۔ ''تذکرہ شمیم سخن''، ص ۱۰۰۔

۳۱۔ ''سخن شعرا''، ص ۹۷۔

۳۲۔ ''گلستانِ سخن''، ص ۴۵۷۔

۳۳۔ امداد صابری، ''۱۸۵۷ء کے مجاہد شعرا''، دہلی ۱۹۵۹ء، ص ۳۸۲۔

۳۴۔ ''تذکرہ شمیم سخن''، ص۲۴۳۔

۳۵۔ ''۱۸۵۷ء کے مجاہد شعرا''، ص۳۹۳۔۳۹۵۔

۳۶۔ محمد میاں، ''علمائے ہند کا شاندار ماضی''، جلد چہارم، دہلی، ۱۹۶۳ء، ص۳۷۶۔ یسین اختر مصباحی، ''چند ممتاز علمائے انقلاب''، مکتبہ المدینہ، کراچی، ۲۰۰۸، ص۹۴۔

۳۷۔ ''تذکرہ شمیم سخن''، ص۱۹۱۔ ''سخن شعرا''، ص۳۹۵۔

۳۸۔ سخن شعرا، ص۵۴۳۔

۳۹۔ مالک رام، ''تلامذہ غالب''، ادارہ یادگار غالب، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص۵۹۰۔

۴۰۔ ایضاً۔ غلام رسول مہر، ''جماعت مجاہدین''، کتاب منزل، لاہور، ۱۹۵۵ء، ص۲۲۵۔

۴۱۔ نورالحسن خاں، ''طور کلیم''، مطبع مفید عام، آگرہ، ۱۲۹۸ھ، ص۷۰۔

۴۲۔ ''تلامذہ غالب''، ص۵۹۱۔

۴۳۔ ''سخن شعرا''، ص۳۰۔

۴۴۔ ایضاً، ص۴۱۲۔ ''انتخاب یادگار''، ص۳۳۵۔۳۳۶۔

۴۵۔ عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی، ''صدرالدین آزردہ''، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، ۱۹۷۷ء، ص۱۸۵۔

۴۶۔ فقیر محمد جہلمی، ''حدائق الحنفیہ''، المیزان اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص۵۰۰۔

۴۷۔ سرسید احمد خاں، ''آثار الصنادید''، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، ۱۹۶۶ء، ص۲۶۳۔

۴۸۔ مختار الدین احمد، ''مقدمہ''، مشمولہ ''تذکرہ آزردہ''، مصنفہ صدرالدین آزردہ، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۱۹۷۴ء، ص۹۔

۴۹۔ ایضاً، ص۱۳۔۱۵۔

۵۰۔ محمد معصوم، '' ذکر السعدین فی سیرت الوالدین''، مطبع مظہر النور، رام پور، ۱۳۰۸ھ، ص۳۸۔

۵۱۔ ''انتخاب یادگار''، ص۲۳۳۔

۵۲۔ امداد صابری، ''حجاز مقدس کے اردو شاعر''، مکتبہ شاہراہ، دہلی، ۱۹۷۰ء، ص۳۷۲۔

۵۳۔ علی حسن خاں، ''مآثر صدیقی''، حصہ چہارم، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۲۸ء، ص۱۸۵۔

۵۴۔ ''آثار الشعرا''، ص۳۳۔ لالہ سری رام، ''خمخانہ جاوید''، جلد دوم، دہلی، ۱۹۱۱ء، ص۱۵۳۔

۵۵۔ علی حسن خاں ''مآثر صدیقی''، حصہ دوم، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۲۸ء، ص۱۲۶۔

۵۶۔ سلیم حامد رضوی، ''اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ''، ادرہ ادب وتنقید، تلیا، بھوپال، ۱۹۶۵ء، ص۵۵۔

۵۷۔ ارجمند بانو افشاں، ''ریاست بھوپال اور مشاہیر اردو''، بھوپال، ۲۰۱۲ء، ص۳۰۶۔

۵۸۔ امجد علی اشہری، ''ایشائی شاعری''، مطبع آگرہ اخبار، س ن، ص۱۳۱۔

۵۹۔ ''اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ''، ص۱۵۹۔۱۶۰۔

۶۰۔ محمد عبداللہ خاں ضیغم، ''یادگار ضیغم''، مطبع قادری، حیدرآباد دکن، ۱۳۰۳ھ، ص۳۳۱۔

۶۱۔ ''آثار الشعرا''، ص۱۹۲۔ لالہ سری رام، ''خمخانہ جاوید''، جلد ششم، مرتبہ: خورشید احمد یوسفی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء، ص۸۳۔

۶۲۔ ''اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ''، ص۱۸۲۔

۶۳۔ ایضاً، ص۱۸۵۔

۶۴۔ ایضاً، ص۱۸۳۔

۶۵۔ سید سلیمان ندوی، ''حیاتِ شبلی''، مکتبہ معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۴۳ء، ص۱۸۸۔

۶۶۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: ''حیاتِ شبلی''، ص۱۸۶۔۱۸۸۔

فہرستِ اسنادِ محوّلہ:

۱۔ احمد، مختارالدین: ۱۹۷۴ء، ''مقدمہ''، مشمولہ تذکرہ آزردہ مصنفہ صدرالدین آزردہ، انجمن ترقی اردو، پاکستان

۲۔ اشہری، علی، امجد: س ن، ''ایشائی شاعری''، مطبع آگرہ اخبار۔

۳۔ اصلاحی، پرواز، عبدالرحمٰن: ۱۹۷۷ء، ''صدرالدین آزردہ''، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی۔

۴۔ افشاں، ارجمند بانو: ۲۰۱۲ء، ''ریاست بھوپال اور مشاہیر اردو''، بھوپال۔

۵۔ بدایونی، عبدالحیٔ، محمد: س ن، ''شمیم سخن''، حصہ اوّل، مطبع امدادالہند، مراد آباد۔

۶۔ جہلمی، محمد، فقیر: ۲۰۰۵ء، ''حدائق الحنفیہ''، المیزان، اردو بازار، لاہور۔

۷۔ حسنی، عبدالحیٔ: ۱۹۲۱ء، ''گل رعنا''، دارالمصنفین، اعظم گڑھ۔

۸۔ خاں، احمد، سیّد، سر: ۱۹۶۶ء، ''آثارالصنادید''، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی۔

۹۔ خاں، حسن، علی: ۱۸۸۱ء، ''بزم سخن''، مطبع نامی مفید عام، آگرہ۔

۱۰۔ ________: ۱۲۹۵ھ، ''صبح گلشن''، مطبع شاہجہانی، بھوپال۔

۱۱۔ ________: ۱۹۲۸ء، ''مآثر صدیقی''، حصہ دوم، حصہ چہارم، مطبع نول کشور، لکھنؤ۔

۱۲۔ خاں، نورالحسن: ۱۲۹۸ء، ''طورِ کلیم''، مطبع مفید عام، آگرہ۔

۱۳۔ خویشگی، نصیراللہ: ۱۹۶۷ء، ''گلشن ہمیشہ بہار''، مرتبہ: اسلم فرخی، انجمن ترقی اردو، کراچی

۱۴۔ رضوی، سلیم حامد: ۱۹۶۵ء، ''اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ''، ادارہ ادب و تنقید، تلیا، بھوپال۔

۱۵۔ سری رام، لالہ: ۱۹۰۸ء، ''خمخانۂ جاوید''، جلد اوّل، دہلی۔

۱۶۔ ________: ۱۹۱۱ء، ''خمخانۂ جاوید''، جلد دوم، دہلی۔

۱۷۔ ________: ۱۹۱۷ء، ''خمخانۂ جاوید''، جلد سوم، دہلی۔

۱۸۔ ________: ۱۹۹۰ء، ''خمخانۂ جاوید''، جلد ششم، مرتبہ: خورشید احمد یوسفی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔

۱۹۔ شیفتہ، خاں، مصطفیٰ، محمد: ۱۹۶۲ء، ''گلشن بے خار''، اردو مترجم: محمد احسان الحق، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی۔

۲۰۔ صابر، بخش، قادر: ۱۲۷۱ھ، ''گلستان سخن''، مطبع نول کشور، لکھنؤ۔

۲۱۔ صابری، امداد: ۱۹۵۹ء، ''۱۸۵۷ء کے مجاہد شعرا''، دہلی۔

۲۲۔ ________: ۱۹۷۰ء، ''حجاز مقدس کے اردو شاعر''، مکتبہ شاہراہ، دہلی۔

۲۳۔ ضیغم، خاں، عبداللہ، محمد: ۱۳۰۳ھ، ''یادگارِ ضیغم''، مطبع قادری، حیدر آباد دکن۔
۲۴۔ علی، ممتاز، محمد: ۱۳۰۴ھ، ''آثار الشعرا''، مطبع شاہجہانی، بھوپال۔
۲۵۔ فتحپوری، فرمان: ۱۹۷۲ء، ''اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، مجلس ترقی ادب، لاہور۔
۲۶۔ قادری، ایوب، محمد: ۱۹۸۸ء، ''اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ''، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔
۲۷۔ قاسم قدرت اللہ: ۱۹۳۳ء، ''مجموعہ نغز''، پنجاب۔
۲۸۔ کاکوروی، حیدر، محمد علی: ۱۹۲۷ء، ''تذکرہ مشاہیر کاکوروی''، مطبع اصح المطابع لکھنؤ
۲۹۔ کاندھلوی، احتشام الحسن: ۱۳۸۳ء، ''حالات مشائخ کاندھلہ''، نئی دہلی۔
۳۰۔ مالک رام: ۲۰۰۸ء، ''تلامذہ غالب''، ادارہ یادگار غالب، کراچی۔
۳۱۔ مصباحی، یٰسین اختر: ۲۰۰۸ء، ''چند ممتاز علمائے انقلاب''، مکتبۃ المدینہ، کراچی۔
۳۲۔ مصحفی، ہمدانی، غلام: ۱۹۳۴ء، ''ریاض الفصحاء''، انجمن ترقی اردو، دہلی۔
۳۳۔ معصوم، معصوم شاہ، محمد: ۱۳۰۸ھ، ''ذکر السعدین فی سیرت الوالدین''، مطبع مظہر النور، رام پور۔
۳۴۔ مہر، غلام رسول: ۱۹۵۵ء، ''جماعت مجاہدین''، کتاب منزل، لاہور۔
۳۵۔ ________: ۱۹۵۲ء، ''سید احمد شہید''، جلد ۱، لاہور۔
۳۶۔ میاں، محمد: ۱۹۶۳ء، ''علمائے ہند کا شان دار ماضی''، جلد ۴، دہلی۔
۳۷۔ مینائی، امیر: ۱۲۹۷ھ، ''انتخاب یادگار''، تاج المطابع لکھنؤ۔
۳۸۔ ندوی، سلیمان، ندوی: ۱۹۴۳ء، ''حیات شبلی''، مکتبہ معارف، اعظم گڑھ۔
۳۹۔ نساخ، عبدالغفور: ۱۸۷۴ء، ''سخن شعرا''، مطبع منشی نول کشور لکھنؤ۔
۴۰۔ نقوی، حنیف: ۱۹۷۲ء، ''شعرائے اردو کے تذکرے نکات الشعرا سے گلشن بے خار تک''، بنارس۔
۴۱۔ نقوی، نور الحسن: ۱۹۹۰ء، ''فنِ تنقید اور اردو تنقید نگاری''، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔

لغات:

۱۔ اردو لغت بورڈ: ۱۹۸۳ء، ''اردو لغت'' (تاریخی اصول پر)، ج ۵، مطبوعہ اردو لغت بورڈ، کراچی۔
۲۔ دہلوی، احمد، سیّد: ۱۹۱۸ء، ''فرہنگ آصفیہ''، ج ۱، دہلی۔
۳۔ نیر، نور الحسن: ۲۰۰۶ء، ''نور اللغات''، جلد ۱، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد۔